اکرام علی ملک

انجمن حمایتِ اسلام

دوسری اور آخری قسط

تعلیم نسواں

انجمن حمایتِ اسلام نے مسلم بچیوں کی تعلیم کے لیے بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ سیاسی زوال کے ساتھ تعلیم نسواں کے لیے مسلمانوں کا روایتی نظام بھی بُری طرح متاثر ہوا تھا۔ برطانوی نظام و نصاب تعلیم اُن کی اقدار و ضروریات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ مسلمان مذہبی تعلیم اور پردے کو نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ اس طرح غیر ملکی تسلط و نظام سے مسلم تعلیم نسواں پر بھی بہت برے اثرات مرتب ہوئے۔ عیسائی مشنریوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی معزز گھرانوں میں تعلیم کے بہانے قدم رکھنے شروع کر دیے تھے۔ بعض مقامات پر انھوں نے زنانہ مدارس بھی قائم کیے۔ یہ صورت مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لیے بھی تشویش کا باعث تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس کے مضر اثرات کو روکنے کے لیے متعدد کارروائیاں کیں۔ بانیانِ انجمن کو بھی اس مسئلے کا شدید احساس تھا، اسی لیے لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کو بھی اوّلیت دی گئی۔ ۱۸۸۵ء میں منعقدہ اجلاسوں میں اس کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی گئی۔ مئی میں شاہی مسجد میں اس مقصد کے لیے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس میں متعدد عمائدین اور عبدالمجید دہلوی کی پُراثر تقریروں کے علاوہ تعلیم نسواں پر انجمن کی طرف سے تیار کردہ ایک رسالہ بھی تقسیم کیا گیا۔ بعد میں اسے دیگر معززین کی خدمت میں بھی بھیجا گیا۔ اس تقریب کا مسلمانوں پر خاطر خواہ اثر پڑا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں شہر کے مختلف حصوں میں پانچ سکول قائم ہو گئے، ان میں صرف چھٹی جماعت تک تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کے لیے ایک خاص نصاب تیار کیا گیا جس میں قرآن مجید، نماز اور دینی مسائل اردو، حساب اور امورِ خانہ داری کی تعلیم شامل تھی۔ تمام مدارس انجمن کے معزز ارکان کی نگرانی میں قائم تھے۔ ان میں صدر انجمن خلیفہ حمیدالدین، مولوی غلام محمد، شیخ فتح بخش خلیفہ عبدالرحیم اور میاں فتح الدین شامل تھے۔ ماسوائے ایک کے باقی مدرسوں کے اخراجات

انجمن کی طرف سے ادا کیے جاتے تھے۔ دسمبر میں ان میں ۶۹ لڑکیاں اور ۱۹ کم سن بچے زیرِ تعلیم تھے۔ ان مدارس میں محلے کی دیگر عورتیں بھی مذہبی مسائل سیکھنے کے لیے آسکتی تھیں۔ ہر معلّمہ کو پانچ روپے ماہوار تنخواہ دی جاتی تھی جب کہ ہر طالبہ پر تقریباً ساڑھے چار آنے ماہ وار خرچ آتا تھا۔[۱] اگلے برس شہر کے مختلف علاقوں یعنی محلہ جوڑے موری، طویلہ شاہ نواز، بارود خانہ، کوچہ سادھواں اور حویلی میاں سلطان میں مزید پانچ مدرسے کھل گئے۔ یہ مدرسے بالترتیب میاں وارث الدین، سید فضل شاہ، الہ داد، ڈاکٹر محمد الدین اور حکیم محمد علی کی نگرانی میں قائم تھے۔ اس طرح لاہور میں انجمن کے زیرِ انتظام تعلیم نسواں کے مدارس کی تعداد دس ہو گئی۔ ان میں سے دو کے تمام اخراجات منتظمین خود برداشت کرتے تھے۔ چند مدرسوں کا کرایۂ مکان انجمن کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ ان کے ساتھ طالبات کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ دسمبر میں ان میں ۱۶۹ لڑکیاں اور ۸۰ بچے زیرِ تعلیم تھے۔ اکثر کا معیار تسلی بخش تھا۔ ان میں تعلیمی نصاب کے علاوہ دست کاری اور سوزن کاری وغیرہ بھی سکھائی جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں میاں عبدالرحیم کی زیرِ نگرانی کوچہ تیر گراں کا مدرسہ سب سے زیادہ کامیاب تھا۔ کوچہ ڈھل محلہ کے مدرسے کی معلّمہ تمام مدرسوں کا معائنہ بھی کرتی تھی۔[۲] ۱۸۸۷ء میں کشمیری بازار میں ایک اور مدرسہ قائم ہو گیا۔ پھر قصبہ باغ بان پورہ میں بھی انجمن کے چند مقامی ارکان کی کوششوں سے ایک مدرسہ کھول دیا گیا۔ اس طرح ان کی تعداد بارہ ہو گئی۔ ان میں ۲۳۲ لڑکیاں اور ۴۷ لڑکے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان تمام مدارس میں مذہبی تعلیم پر خصوصاً توجہ دی جاتی تھی۔ تمام طالبات سے نماز روزے کی پابندی کروائی جاتی تھی، اکثر طالبات نے قرآن مجید ختم کر لیا تھا۔[۳] آئندہ برس ایک اور مدرسے کا اضافہ ہو گیا۔ چند کے سوا باقی مدرسوں کی تعلیم اچھی اور قابلِ اطمینان تھی۔ تعداد طالبات اور معیار کے اعتبار سے کوچہ تیر گراں کا مدرسہ اوّل درجے پر تھا۔[۴] ۱۸۸۹ء میں مدرسوں کی تعداد پندرہ تک پہنچ گئی۔ نئے مدرسوں میں سے ایک کو انجمن کے ایک معزز رکن

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۵ء ص ۱۱-۱۴، ۲۳-۲۴

[۲] " " " ۱۸۸۶ء ص ۱۸-۲۵

[۳] " " " ۱۸۸۷ء ص ۱۱-۱۲، ۲۶-۲۷

[۴] " " " ۱۸۸۸ء ص ۱۱-۱۲، ۲۵-۲۷

نے اپنے خرچ سے قائم کیا جبکہ دیگر دو مدرسے قبل ازیں عیسائی مشن کے زیر انتظام تھے ۔ کل مدرسوں میں ۳۲۲ لڑکیاں اور ۷۰ بچے زیر تعلیم تھے ۔ ان میں سے ۴۴ نے قرآن مجید ختم کیا، ۶۷ نے دست کاری اور ۸۷ نے نماز اور دیگر ضروری مسائل سیکھے۔[۱]

۱۸۹۰ء میں تین مدرسے جن پر انجمن کی طرف سے کچھ خرچ نہیں ہوتا تھا چند وجوہ کی بنا پر بند کر دیے گئے۔ ان کے بدلے میں شاہ عالمی دروازے میں ایک سکول قائم کیا گیا۔ منتظمہ مدارس کی جگہ ایک نئی خاتون کو مقرر کیا گیا، جس کی محنت و دیانت سے مدرسوں کی تعلیمی حالت پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ اکثر کی حالت تسلی بخش تھی۔ کوچہ تیر گراں کا مدرسہ دست کاری میں اور حویلی میاں خان میں واقع مدرسہ پڑھائی میں اوّل درجے پر تھا۔ اوّل الذکر مدرسے کی کارکردگی سے خوش ہو کر نواب محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ اور لائف پریذیڈنٹ انجمن نے بیس روپے ماہوار کی امداد کا وعدہ کیا۔[۲] اگلے برس مزید ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ بعض کے مقامات تبدیل ہوئے اور چند ایک میں نئی معلمات مقرر کی گئیں۔ دو لڑکیاں مختلف اوقات میں تمام مدارس میں جا کر دست کاری سکھاتی تھیں۔ تمام طالبات کے لیے نماز ادا کرنا ضروری تھا۔ قرآن مجید کے علاوہ انجمن کی شائع کردہ اردو دینیات کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی تھیں۔[۳] ۱۸۹۲ء میں مدرسوں کی تعداد پھر پندرہ ہو گئی۔ شاہ عالمی دروازے کا مدرسہ ٹکسالی دروازے میں منتقل ہو گیا اور باغ بان پورہ میں ایک نیا مدرسہ قائم کیا گیا۔ آخر الذکر مدرسے کے تمام اخراجات مقامی رؤسا برداشت کرتے تھے۔ اسی برس سات برس سے زائد عمر کے تمام لڑکوں کو مدرسۃ المسلمین میں منتقل کر دیا گیا۔ اس طرح زنانہ مدارس میں کل طالبات اور بچوں کی تعداد ۴۶۲ رہ گئی۔ ان میں سے ۳۳ لڑکیوں نے قرآن مجید ختم کیا اور ۲۰۰ نے دست کاری سیکھی، جب کہ موچی دروازے میں واقع مدرسے کی ایک لڑکی نے قرآن مجید حفظ کیا۔[۴] ۱۸۹۳ء میں باغ بان پورہ کا مدرسہ چند عمائدین کی تبدیلی کی وجہ سے بند کر دیا گیا۔ اس کے بدلے میں محلہ نقاشیاں میں مولوی محمد یٰسین

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء ص ۱۱-۱۲، ۲۶-۲۷

[۲] 〃 〃 〃 ۱۸۹۰ء ص ۴-۵، ۲۰-۲۱

[۳] 〃 〃 〃 ۱۸۹۱ء ص ۵-۶

[۴] 〃 〃 〃 ۱۸۹۲ء ص ۵-۶، ۱۸

کی نگرانی میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ کُل ۱۰۴ میں ۷۴۳ طالبات اور بچے سالانہ امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے ۲۷۷ کامیاب ہوئے۔ ۱۸۹۴ء میں دو نئے مدرسے کھولے گئے، ایک مدرسہ بند کر دیا گیا۔ نئے مدرسوں میں سے ایک مدرسہ موضع مزنگ میں عیسائی پادریوں کے زیرِ انتظام تھا۔ چند ایک کے علاوہ تمام مدارس میں انجمن کا مرتب کردہ نصاب رائج تھا۔[۱] اگلے برس دو مدرسے عدم توجہی اور ایک معلّمہ کی وفات کی وجہ سے بند کر دیے گئے۔ سالانہ معائنہ و امتحان کے وقت ۳۸۲ میں سے ۲۹۳ طالبات اور بچے حاضر تھے جن میں سے ۱۸۱ کامیاب ہوئے۔ ۵۲ نے دست کاری، ۳۶ نے لکھنا، ۲۷ نے معمولی حساب اور ۱۱۷ نے الفاظِ نماز سیکھے۔[۲]

تمام مدارس میں تعلیم مفت تھی، غریب اور نادار بچیوں کو انجمن کی طرف سے کتب وغیرہ بھی مہیا کی جاتی تھیں۔[۳] نومبر ۱۸۹۶ء میں انجمن نے چند مدرسوں کو درجہ مڈل تک بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں محلہ نقاشیاں کے مدرسے میں مڈل کی پہلی جماعت کھول دی گئی۔ اسی برس ایک نیا مدرسہ جو پہلے عیسائی مشنریوں کے زیرِ انتظام تھا، مرزا محمد علی تاجرِ اسپاں اور مولوی فضل الدین پلیڈر کی کوششوں سے انجمن کی تحویل میں آگیا۔ کُل رجسٹر شدہ ۳۹۰ میں سے ۲۴۱ طالبات امتحان میں شریک ہوئیں، جن میں سے صرف ۱۳۴ کامیاب ہوئیں۔ اس سال تمام مدارس میں نیا نصاب بھی نافذ کیا گیا۔[۴] ۱۸۹۸ء میں چند معلّمات کی علیحدگی اور عدم دستیابی کی وجہ سے تین مدرسے بند ہو گئے، جس کے نتیجے میں طالبات کی تعداد میں بھی کمی آگئی۔ مڈل سکول میں تین اُستانیاں مقرر تھیں لیکن طالبات کی تعداد میں اضافہ نہ ہو سکا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اکثر لڑکیاں پانچویں جماعت کے بعد زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے مدرسہ چھوڑ جاتی تھیں۔[۵] اگلے برس مڈل کی دوسری جماعت بھی قائم کر دی گئی، جس میں صرف تین طالبات داخل ہوئیں۔ اس سال عیسائیوں کے مزید تین زنانہ مدرسے انجمن کی تحویل میں آگئے۔ ان میں سب سے

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۳ء ص ۶-۷، ۱۵-۱۶

[۲] " " " ۱۸۹۴ء ص ۶، ۱۳-۱۵

[۳] " " " ۱۸۹۵ء ص ۶/۱۸۹۶ء ص ۱۸

[۴] " " " ۱۸۹۷ء ص ۵-۸

[۵] " " " ۱۸۹۸ء ص ۸-۹

بڑا مدرسہ محلہ پیر شیرازی میں تھا جس میں ۸۰ لڑکیاں زیرِ تعلیم تھیں اور تین معلمات اور دو نائب استانیاں کام کرتی تھیں۔ دسمبر میں کُل طالبات کی تعداد ۳۹۷ تھی جن میں ۲۴۱ امتحان میں شریک ہوئیں اور ۱۷۷ کامیاب ہوئیں۔[1] ۱۹۰۰ء میں مڈل سکول کو طالبات کی کمی کی وجہ سے یتیم خانہ انجمن سے منسلک کر دیا گیا۔ اس سال انجمن کے تحت صرف آٹھ مدرسے جاری تھے۔ چھوٹی بچیوں کو گھر سے لے جانے اور واپس پہنچانے کے لیے چار عورتیں مقرر تھیں، پردہ دار طالبات و معلّمات کے لیے ڈولی کا انتظام بھی تھا۔ مدرسہ پیر شیرازی کی معلّمہ بطور قائم مقام انسپکٹریس ہر ماہ تمام مدارس کا ایک یا دو مرتبہ معائنہ کرتی تھی۔ علاوہ ازیں سیکرٹری انجمن بھی وقتاً فوقتاً معائنہ و امتحان لیتے تھے۔[2] مدارس کی تعداد میں مختلف وجوہ کی بنا پر تغیّر و تبدّل ہوتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں ان کی تعداد بارہ تھی اور ۵۰۱ لڑکیاں درج رجسٹر تھیں۔ ان میں سے ۳۹۴ امتحان میں شریک ہوئیں اور ۲۷۲ کامیاب ہوئیں۔[3] ۱۹۰۳ء میں ایک مدرسہ معلمہ کے مستعفی ہونے کی وجہ سے بند کر دیا گیا۔ باقی مدرسوں میں سے چھ میں اَپر پرائمری اور پانچ میں لوئر پرائمری کے درجے تک تعلیم دی جاتی تھی۔[4] ۱۹۰۵ء میں مزید دو مدرسے طالبات کی کمی اور غیر تسلی بخش پڑھائی کی وجہ سے بند کر دیے گئے۔ جنوری ۱۹۰۶ء میں ایک قابل خاتون کو انسپکٹریس زنانہ مدارس مقرر کیا گیا۔ تمام مدرسوں میں ۴۱۶ لڑکیاں داخل تھیں، جن میں سے ۳۴۹ شریک امتحان اور ۲۷۸ کامیاب ہوئیں۔[5]

انجمن حمایتِ اسلام نے محدود وسائل اور متعدد مشکلات کے باوجود مسلم لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ اگرچہ اس کی کاوشیں لاہور تک محدود تھیں لیکن اس نے دیگر شہروں میں بھی مدرسے قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کی اور انھیں مدد فراہم کی۔ اس کی مرتب اور شائع کردہ درسی و دینی کتب تمام ہندوستان میں مقبول اور عام ہو کر بیشتر اسلامی زنانہ مدارس میں رائج تھیں۔ انجمن نے تعلیم کے بارے میں مسلمانوں میں پائے جانے والے شکوک و تعصبات کو ختم کرنے میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ اگرچہ اس کے مدارس صرف

---

۱ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۹ء ص ۱۲-۱۴
۲ " " " ۱۹۰۰ء ص " - "
۳ " " " ۱۹۰۲ء ص ۱۳
۴ " " " ۱۹۰۳ء ص ۴ ۵ سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۵ء ص ۵-۶

ابتدائی تعلیم تک محدود تھے اور ان میں چند خامیاں بھی تھیں لیکن وقت کے ساتھ وہ پنجاب کے مسلمانوں میں تعلیم نسواں کی زبردست تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ ہر سال تقریباً تین سو لڑکیوں کو مفت دینی و دنیوی تعلیم دینا قوم کے لیے بلاشبہ ایک عظیم خدمت اور کارنامہ تھا۔

اشاعتِ کتب

انجمن نے مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے متعدد مضامین پر درسی کتابیں بھی شائع کیں۔ سرکاری مدارس میں رائج کتابیں ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں۔ سیکولر نظام تعلیم کا حصہ ہونے کی وجہ سے وہ دینی و اخلاقی تعلیم سے خالی تھیں، اس کمی کو پورا کرنے کے لیے انجمن نے درسی کتب کی اشاعت کا بھی فیصلہ کیا۔ اس کا آغاز ۱۸۸۵ء میں لڑکیوں کے لیے پہلی کتاب سے ہوا۔ اس کا پہلا ایڈیشن اُسی سال ختم ہوگیا۔ اگلے برس اردو اور انگریزی کے قاعدے اور لڑکوں کے لیے ایک کتاب شائع کی گئی علاوہ ازیں اردو کی دوسری و تیسری کتاب اور فارسی کی پہلی و دوسری کتاب کے مسوّدے بھی تیار کیے گئے جو اس مقصد کے لیے قائم سب کمیٹی کی منظوری کے بعد شائع کردیے گئے انگریزی کی گرائمر اور چند کتابوں کے نئے ایڈیشن بھی شائع کیے گئے۔[۱] ۱۸۸۸ء میں عربی کی پہلی کتاب اور فرسٹ انگلش ریڈر شائع ہوئیں۔[۲] ۱۸۸۹ء میں تالیفات کے اہتمام کے لیے چند اصحاب پر مشتمل ایک مستقل سب کمیٹی قائم کردی گئی۔ فارسی صرف و نحو کے ابتدائی رسالے، عربی کا قاعدہ و دوسری کتاب اور دو انگریزی ریڈروں کے مسوّدات کی تکمیل کے علاوہ متعدد کتابوں کے نئے ایڈیشن بھی شائع کیے گئے ان کے علاوہ مولوی محمد عبدالصمد سُنام نے اپنی کتاب جواہر الصمد فی احکام القرآنیہ کے پچاس نسخے، مولوی حکیم نورالدین نے اپنی تصنیف فصل الخطاب فی مقدمۃ اہل الکتاب کی ساٹھ جلدیں اور خلیفہ سیّد محمد حسن وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے اپنی تازہ تصنیف اعجاز الدین کی تین سو جلدیں (قیمتی ۹۷۵ روپے) انجمن کو بطور امداد مرحمت فرمائیں۔[۳]

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۱۴ - ۱۷

[۲] " " " ۱۸۸۸ء ص ۱۴ - ۱۵

[۳] " " " ۱۸۸۹ء ص ۱۵ - ۱۶

۱۸۹۰ء میں محمڈن سکول فرسٹ ریڈر اور انگلش گرامر اور قاعدہ عربی شائع ہوئے اُردو میں دینیات کے پہلے اور دوسرے رسالے اور عربی میں دینیات کی پہلی اور دوسری کتاب کے مسوّدے تیار ہوئے۔ علاوہ ازیں پانچویں سالانہ جلسے پر مولوی حافظ نذیر احمد خان کا لیکچر بعنوان اثباتِ اصولِ اسلام اور ماسٹر ضیاء اللہ کی تصنیف انگریزی بول چال بھی شائع ہوئی۔ قومی ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ ان درسی کتب کی اشاعت سے انجمن کو معقول آمدنی بھی ہوئی۔ چنانچہ جنوری ۱۸۸۶ء سے دسمبر ۱۸۹۰ء کے عرصے تک اُسے ۳۱۵۴ روپے کا فائدہ ہوا[1]۔ یہ کتابیں انجمن کے مدرسوں کے علاوہ متعدد دیگر اسلامی مدرسوں میں بھی پڑھائی جاتی تھیں۔ ۱۸۹۰ء میں انھیں ریاست حیدر آباد اور ۱۸۹۱ء میں ریاست بہاول پور میں رائج کر دیا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں بھی متعدد کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوئے اور چند کتابوں کے مسوّدات تیار کیے گئے۔ ان میں اردو میں دینیات کا تیسرا رسالہ، عربی میں دینیات کی تیسری کتاب، فارسی کی چوتھی کتاب اور محمڈن سکول سیکنڈ ریڈر شامل تھیں علاوہ ازیں یہ کتابیں ہندوستان اور برما کے اسلامی مدارس، پنجاب کے بعض اضلاع کے دیسی مکتب اور ممالکِ اڑیسہ کے بورڈ سکولوں میں بھی رائج تھیں۔ اس سال تالیفات پر کُل خرچ ۱۴۶۱ روپے ہوا، اور فروخت سے ۲۶۳۰ روپے نقد وصول ہوئے[2]۔ ۱۸۹۲ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں ان کتابوں کی افادیت و معیار کی تعریف کی گئی۔ حاجی محمد یوسف علی خان رئیس دناولی کی طرف سے پیش کردہ قرارداد میں اظہار پسندیدگی کے علاوہ ان کی وسیع تر اشاعت و ترقی کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ انجمن نے اس برس کئی نئی کتابیں بھی شائع کیں۔ اس کے علاوہ سالانہ جلسے پر مولوی حافظ نذیر احمد کا لیکچر موسوم بہ رسالہ حمایتِ اسلام اور مرزا محمد عبدالغنی ارشد گورگانی کی نظم چندہ نامہ ارشد بھی طبع کی گئی[3]۔ ۱۸۹۳ء میں مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئیں:

نام کتاب	تعداد	دفعہ	نام کتاب	تعداد	دفعہ
فرسٹ ریڈر	۱۰۰۰	دوم	اردو کی دوسری کتاب	۷۹۲۹	ہفتم
انگلش پرائمر	۵۰۰۰	چہارم	مجموعہ نظم جلسہ ہشتم	۳۹۵	اول

۱؎ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۰ء ص ۱۲-۱۳

۲؎ " " " ۱۸۹۱ء ص ۱۵-۱۶

۳؎ " " " ۱۸۹۲ء ص ۱۱-۱۲

نام کتاب	تعداد	دفعہ	نام کتاب	تعداد	دفعہ
دینیات کی دوسری کتاب	۶۰۰	دوئم	دافع الوساوس	۳۹۵	اوّل
انگریزی قاعدہ	۱۰۰۰	سوم	تختۂ حروف اُردو	۱۰۰۰	״
فطرۃ اللہ	۷۴۷	اول	تضمین ارشد	۱۵۰۰	دوم
فارسی کی دوسری کتاب	۵۰۰۰	پنجم	اردو کی پہلی کتاب	۱۵۰۰	چہارم
״ ״ پہلی کتاب	۶۰۰۰	״	(لڑکیوں کے لیے)		

ان کی اشاعت پر ۲۹۲۶ روپے خرچ اور فروخت سے ۵۴۷۳ روپے حاصل ہوئے جب کہ آخر سال پر ۸۷۵۳ روپے کی کتب سٹاک میں موجود تھیں[۱] اگلے برس تالیفات کی تعداد میں مزید اضافہ ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں پندرہ کتب شائع ہوئیں جن آٹھ نئی تالیف شدہ تھیں ۱۸۹۷ء میں تالیفات کی نگرانی کے لیے اعزازی کمیٹی کی جگہ ایک تنخواہ دار لائق اور صاحبِ تصنیف مولوی مقرر کیا گیا[۲]۔ ابتدائی تعلیم کی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی تھیں جس سے ان کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، مثلاً ۱۸۹۹ء میں قاعدہ اُردو پچیس ہزار اور لڑکیوں کے لیے اردو کی پہلی کتاب بتیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔ متعدد دیگر کتابوں کی تعداد اشاعت بھی خاصی زیادہ تھی۔ ۱۹۰۱ء میں اردو کی پانچویں کتاب کا حصہ نثر، اصطلاحاتِ جغرافیہ، فارسی و اردو کتابوں کے فرہنگ پہلی مرتبہ شائع ہوئے۔ فروخت کتب سے ۷،۱۲۰ روپے حاصل ہوئے جو ۱۹۰۶ء میں ۱۵،۷۹۲ روپے تک پہنچ گئے[۳]۔ ان کتب کی تیاری ایک عظیم قومی خدمت تھی۔ ان کا معیار نہایت اعلیٰ اور زبان سادہ و عام فہم تھی۔ ان کی قیمتیں بھی نہایت کم رکھی گئی تھیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر وہ قلیل عرصے میں مقبول اور بیشتر اسلامی مدارس میں رائج ہو گئیں۔ اس طرح ان کتابوں کی مدد سے انجمن نے ایک بڑی ضرورت کو پورا کرنے کے علاوہ تعلیم کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۳ء ص ۱۱

[۲] ״ ״ ״ ۱۸۹۷ء ص ۲۳

[۳] ״ ״ ״ ۱۹۰۶ء ص ۱۰

دارالیتامیٰ

انجمن حمایتِ اسلام کو شروع سے ہی نادار و لاوارث یتیم بچوں کے مستقبل کی فکر لاحق تھی۔ یورپین مشنری ہزاروں لاوارث بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر عیسائی بنا چکے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں انجمن کے ایک واعظ نے یتیم خانے کے قیام پر زور دیتے ہوئے اصحابِ ثروت مسلمانوں کو اپنی زکوٰۃ کی رقم یا اس کا کچھ حصہ اس مقصد کے لیے انجمن کو دینے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ پہلے سال چار افراد نے اکتالیس روپے کی رقم جمع کرائی۔[1] اگلے برس اس مد میں بارہ گنا سے زیادہ آمدنی ہوئی۔ چند افراد نے قربانی کی کھالیں بھی دیں۔ انجمن نے اس فنڈ سے سب سے پہلے ضلع لدھیانہ کی ایک مفلس مسلمان عورت کو عیسائی پادریوں کے چنگل سے چھڑانے کے لیے عدالتی چارہ جوئی کی جس کے نتیجے میں عورت اپنے تین بچوں کے ہمراہ اسلام میں دوبارہ داخل ہو گئی۔[2] ۱۸۸۷ء میں انجمن کا یتیم خانہ قائم کر دیا گیا۔ ضلع لدھیانہ کے اس خاندان کے علاوہ مدرسۃ المسلمین کے دو یتیم لڑکوں کو بھی ماہوار وظیفہ دیا جاتا تھا۔[3] ۱۸۸۸ء میں نو لڑکے یتیم خانے میں داخل ہوئے، ان کی تمام ضروریات انجمن کی طرف سے پوری کی جاتی تھیں۔ یتیم خانے کے انتظام کے لیے ایک اعزازی سپرنٹنڈنٹ مقرر تھا جو یتامیٰ کی تعلیم، تربیت اور آسائش کا ہر ممکن خیال رکھتا تھا۔ ان کی اخلاقی حالت اور مذہبی فرائض کی ادائی کے بارے میں سختی سے نگرانی کی جاتی تھی۔ انجمن نے ہوشیارپور کی ایک سید زادی بیوہ عورت کی بھی اسلام میں دوبارہ واپسی میں مدد کی۔ اسے پانچ روپے ماہوار تنخواہ پر زنانہ مدارس کے معائنے کے لیے مقرر کیا اور اس کے دو بچوں کے لیے مدِ یتامیٰ سے پانچ روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ ایک اور بیوہ کی درخواست پر اس کے دو یتیم بچوں کو یتیم خانے میں داخل کر لیا گیا۔ لیکن کچھ عرصے بعد وہ اپنے بچوں کو لے کر واپس وطن چلی گئی۔ یتیم خانے میں مقیم بچوں کے علاوہ مدرسے میں زیرِ تعلیم تین ایسے یتیم بچوں کو بھی وظائف دیے جاتے تھے جو اپنے رشتے داروں کے پاس رہتے تھے لیکن مفلسی اور ناداری کے سبب امداد کے مستحق تھے۔[4] ۱۸۸۹ء میں مزید تیرہ لڑکے

---

[1] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۵ء ص ۲۲

[2] " " " ۱۸۸۶ء ص ۳۳

[3] " " " ۱۸۸۷ء ص ۱۶–۱۷

[4] " " " ۱۸۸۸ء ص ۱۷–۱۸

داخل ہوئے، چند خارج کر دیے گئے یا خود چھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح یتیم خانے میں کل اٹھارہ لڑکے رہ گئے۔ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مدرسے کے ایک استاد کو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ تمام بچوں کی تعلیمی حالت تسلی بخش تھی اور چند بچے اپنی جماعتوں میں اوّل بھی رہے۔ اس برس بعض مخیر حضرات نے انھیں تہواروں اور خوشی کے دیگر مواقع پر اپنے گھروں میں بلایا[1]۔ ۱۸۹۰ء میں سولہ لڑکے داخل اور چھ خارج ہوئے۔ اس طرح آخر سال پر کل لڑکے ۲۸ موجود تھے۔ بورڈنگ ہاؤس کے قیام کے بعد تمام یتامیٰ کو اس میں منتقل کر دیا گیا۔ انجمن ان کی رہائش اور خوراک کے لیے پانچ روپے ماہوار فیس ادا کرتی تھی اور باقی ضروریات کے لیے سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ رقم فراہم کرتا تھا۔ ۲۸ لڑکوں میں سے چار بہت خورد سال، ایک درجہ ہائی میں اور باقی ۲۳ مختلف جماعتوں میں زیر تعلیم تھے۔ متعدد غریب اور نادار طلبا کی امداد کے علاوہ انجمن کابل کی دو شہزادیوں کو بھی ماہوار وظیفہ دیتی تھی جو انجمن کی کوششوں سے عیسائیت سے نکل کر دوبارہ مسلمان ہوئی تھیں۔ ایک نے آخر سال میں شادی کر لی تھی اس لیے اس کا وظیفہ بند کر دیا گیا۔ زکوٰۃ اور صدقات کی مد سے تقریباً دس ہزار روپے خرچ ہوئے اور ۹۵۵ روپے کی آمدنی ہوئی[2]۔ اگلے برس دو لڑکیاں اور سات لڑکے داخل اور ایک لڑکی اور چھ لڑکے خارج ہوئے۔ خارج ہونے والوں میں سے بعض کو ان کے رشتہ داروں نے اپنے پاس بلا لیا، ایک لڑکی فوت ہو گئی اور چند کو قواعد کی خلاف ورزی کرنے پر خارج کیا گیا۔ نئے داخل ہونے والوں میں سے چار معززین رسول نگر، دو انجمن حمایت اسلام ہوشیارپور اور باقی اہالیان رعیہ و قلعہ میہاں سنگھ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ ایک لڑکا ڈپٹی کمشنر گجرات کی معرفت آیا جسے لاہور کے ایک بے اولاد مسلمان نے درخواست دے کر اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ دسمبر میں انجمن نے گورنر پنجاب کو صوبے میں ملنے والے تمام لاوارث مسلمان بچوں کو یتیم خانے میں بھیجنے کی درخواست کی۔ گورنر نے ڈپٹی کمشنر لاہور کے ذریعے تحقیق و تسلی کے بعد درخواست کو منظور کرتے ہوئے تمام ضلعی حکام کو اس مقصد کے لیے ایک سرکلر جاری کر دیا[3]۔ چنانچہ ان ذرائع

---

[1] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء ص ۱۷-۱۹

[2] ، ، ، ، ۱۸۹۰ء ص ۹-۱۰

[3] پنجاب ہوم جنرل پروسیڈنگس نمبر ۵-۶ جنوری ۱۸۹۲ء

سے اگلے سال آٹھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں یتیم خانے میں داخل ہوئیں۔ لڑکیوں کے لیے ایک علیحدہ مکان لے کر انھیں ایک پارسا خاتون کی نگرانی میں وہاں منتقل کر دیا گیا۔ اس سال بھی لاہور اور باغ بان پورہ کے بعض مسلمانوں نے انھیں دعوتوں پر بلایا۔ بعض نے کتابیں برتن اور شیرینی اور موسمی پھل بھیجے۔ ۳۴ مقیم یتیم لڑکوں اور چھ لڑکیوں کے علاوہ انجمن کی طرف سے ۲۷ مسکین و یتیم لڑکوں کو وظیفہ، ۵۹ کو سامانِ تعلیم اور ۱۰۱ مفلس طلبا کو فیس کی رعایت بھی دی جاتی تھی۔[1] ۱۸۹۳ء میں نو لڑکے دو لڑکیاں داخل ہوا اور اسی قدر لڑکے اور لڑکیاں خارج ہوئیں۔ چار کو قواعدِ یتیم خانہ کے مطابق خواہش مند مسلمانوں کو تحریری مناسب شرائط پر پرورش کے لیے دے دیا گیا۔

تمام یتامیٰ کی تعلیمی حالت تسلی بخش تھی۔ دو انٹرنس اور پانچ مڈل امتحان میں شریک ہوئے۔[2] ۱۸۹۴ء میں نو لڑکے اور چھ لڑکیاں ضلعی حکام اور مسلم معززین کی معرفت داخل ہوئیں۔ بچوں کی تعلیمی حالت وغیرہ کی نگرانی کے لیے ایک اتالیق مقرر کیا گیا۔ جو انھیں اوقات مدرسہ کے علاوہ صبح و شام تعلیم دیتا اور علی العموم یتامیٰ کی نگرانی کرتا تھا۔ کئی مخیر حضرات نے اجناس و دیگر سامانِ خورد و نوش بھیجا جب کہ ۲۳ طلبا کو انجمن کی طرف سے وظیفہ، ۵۵ کو سامانِ تعلیم اور ۱۰۳ کو زرِ فیس کی صورت میں مدد دی جاتی تھی۔ ۱۸۹۵ء میں بارہ لڑکے اور چار لڑکیاں ضلعی حکام اور آٹھ لڑکے دو لڑکیاں انجمن حمایتِ اسلام امرتسر اور بعض معزز مسلمانوں کے ذریعے داخل ہوئیں۔ ان میں سے تین لڑکے مالاکنڈ کے تھے۔ ایک بچی کی عمر صرف ڈیڑھ ماہ تھی۔ آٹھ لڑکوں کو جو جوان ہو گئے تھے، وظیفہ دے کر یتیم خانے سے خارج کر دیا گیا اور چھ لڑکوں کو ان کے ورثا کے پاس واپس بھیج دیا گیا۔ مئی میں تمام زیرِ کفالت لڑکوں کو بورڈنگ ہاؤس سے علیحدہ کر کے ان کی نگرانی کے لیے ایک تنخواہ دار اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اور اوقات مدرسہ کے بعد ان کی پڑھائی اور دینی و اخلاقی امور کی نگرانی کے لیے ایک مولوی صاحب کو مقرر کیا گیا۔ لڑکیوں کے قیام کا انتظام بالکل علیحدہ تھا۔ نومبر ۱۸۹۶ء میں پڑھائی میں کمزور طلبا کو مختلف ہنر سکھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ تیرہ لڑکوں کو طباعت، جلد سازی، کفش دوزی اور خیاطی کا کام سیکھ لینے کے بعد یتیم خانے سے خارج کر دیا گیا۔ زنانہ یتیم خانے میں

---

[1] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۱۱ — ۱۴

[2] " " " ۱۸۹۳ء ص ۹ — ۱۰

ایک پرائمری سکول بھی قائم کر دیا گیا۔ سال کے آخر میں دونوں یتیم خانوں میں تیس لڑکے اور گیارہ لڑکیاں داخل تھیں[۱]۔ اگلے برس پچیس لڑکے اور پانچ لڑکیاں داخل اور اکیس خارج ہوئیں۔ ۱۸۹۸ء میں انجمن نے تمام ڈسٹرکٹ بورڈوں سے مالی اعانت کی درخواست کی جس کے نتیجے میں چند بورڈوں نے فوری طور پر امداد دینا منظور کر لی، بعض نے گرانی اور قحط کے پیش نظر اپنا فیصلہ ملتوی رکھا۔ سب سے پہلے ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان نے پچاس روپے سالانہ کی گرانٹ منظور کی، اسی دوران حکومت پنجاب سے ۱۲۶۰ روپے اور مہاراجہ دربھنگا کی طرف سے پانچ سو روپے وصول ہوئے[۲]۔ ۱۸۹۹ء میں کل یتامیٰ کی تعداد ۷۳ تھی جو ۱۹۰۲ء میں ۸۸ اور ۱۹۰۶ء میں ۱۲۳ ہو گئی[۳]۔ نومبر ۱۹۰۲ء میں یتیم خانے کے بہتر انتظام اور نگرانی کے لیے ایک سب کمیٹی قائم کی گئی۔ تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی جاتی تھی، مختلف ہنر اور کام سیکھنے والوں کو بھی ضروری مضامین مثلاً حساب، اردو اور دینیات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ انجمن نے اپنے محدود وسائل اور دیگر ذمے داریوں کے باوجود اس قومی خدمت کو نہایت احسن طریقے سے سرانجام دیا اور سینکڑوں لاوارث بچوں بچیوں کے مستقبل کو تباہ ہونے سے بچانے کی کوشش کی اور انھیں تعلیم دلائی اور مختلف ہنر سکھائے۔

لائبریری

انجمن کے قیام کے فوراً بعد کئی ایڈیٹر اس کو اپنے اخبارات اور رسالے بھیجنے لگے تھے۔ ۱۸۸۷ء میں ان کی تعداد ۲۴ تھی[۴]۔ دسمبر میں سالانہ اجلاس کے موقع پر چند اصحاب نے لائبریری کے قیام کے لیے کتابیں دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۸۸ء میں انجمن کے دفتر ہی میں ایک لائبریری قائم کر دی گئی۔ اس میں تقریباً چار سو کتابوں کے علاوہ تیئیس اخبار و رسائل بھی آتے تھے۔ ان اخبارات کے نام یہ تھے: گوہر (کلکتہ) رفیع الاخبار (بنارس) روزانہ اخبار، دلگداز، رسالہ حامی اسلام (لکھنؤ) عالم تصویر، نور الانوار (کان پور) تفسیر اکبیر اعظم (مراد آباد)

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۶ء ص ۲۰ - ۲۴

[۲] 〃 〃 〃 ۱۸۹۸ء ص ۲۳ - ۲۴

[۳] 〃 〃 〃 ۱۹۰۶ء ص ۹، ضمیمہ رپورٹ ۱۹۰۶ء ص ۲۴

[۴] 〃 〃 〃 ۱۸۸۷ء ص ۲۶

نجم الاخبار (اٹاوہ) صحیفۂ قدسی، اخبار الاخبار، خیر خواہ عالم (دہلی) مہذب قوم (کپورتھلہ) مسلم ہیرلڈ، جلوۂ سخن (مدراس) منشور محمدی، سلطان الاخبار، قاسم الاخبار (بنگلور) اخبار آصفی (حیدرآباد دکن) موج نربدا (ہوشنگ آباد) سفیر ٹونک (ٹونک) سراج الاخبار (جہلم) وزیر الملک، وزیر ہند (سیال کوٹ) پیسہ اخبار (گوجرانوالہ) الصدیق (فیروز پور) امرتسر گزٹ (امرتسر) نسیم بسنت، رفیق ہند، پنجاب پنچ، دوربین، اشاعت السنہ (لاہور)

لائبریری صبح سے رات آٹھ بجے تک کھلی رہتی تھی اور اس سے آدمی قواعد کے مطابق استفادہ کر سکتا تھا۔ ۱۸۸۹ء میں مشہور ناشر و مالک مطبع مفید عام منشی گلاب سنگھ نے سالانہ جلسے کے موقع پر اپنے کتب خانے سے ہر کتاب اور نقشے کی ایک ایک جلد لائبریری کے لیے دینے کا اعلان کیا۔ ان کے علاوہ منشی نجف علی مجسٹریٹ درہ بولان نے بھی کتابوں کی ایک خاصی تعداد عنایت کی۔ بعض مصنفین نے بھی اپنی تصانیف بھیجیں۔ اس طرح سال کے آخر میں کتابوں کی کل تعداد سات سو ہوگئی۔[1] ۱۸۹۰ء میں ایک سو پچاس کتابوں کا اضافہ ہوا جن میں ۱۰۷ انگریزی زبان میں تھیں۔[2] ۱۸۹۲ء میں ۲۱۱ کتابیں وصول ہوئیں۔ ان میں سے بیشتر کتابیں منشی سراج الدین داروغۂ تعمیرات ریاست مالیر کوٹلہ نے دیں۔ علاوہ ازیں ملک کے ہر حصے سے تقریباً چالیس اخبار بھی آتے تھے۔[3] دسمبر ۱۸۹۳ء میں کتابوں کی تعداد ۱۴۶۲ ہوگئی جو ۱۸۹۹ء میں ۳۰۴۲ تک پہنچ گئی۔[4] اخبارات کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ ۱۸۹۹ء میں ان کی تعداد پچاس تھی۔[5] اہالیانِ شہر کی ایک بہت بڑی تعداد ان سے استفادہ کرتی تھی اور اس سے ان کے ملکی اور غیر ملکی حالات کے علم و مطالعہ میں اضافہ ہوتا تھا۔

ذرائع آمدنی و اخراجات

انجمن کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ اس کے ممبران اور دیگر بزرگانِ دین و قوم کی فیاضی تھا۔ اس کے بانی ارکان کی زیادہ تر تعداد متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس لیے انھیں مالی وسائل کی

۱۔ سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۹ء ص ۱۴–۱۵
۲۔ ″ ″ ۱۸۹۰ء ص ۱۴
۳۔ ″ ″ ۱۸۹۲ء ص ۱۳
۴۔ ″ ″ ۱۸۹۳ء ص ۱۱
۵۔ ″ ″ ۱۸۹۹ء ص ۱۰

فراہمی کے لیے خاصی محنت کرنی پڑی۔ شروع میں اس کا اہم ذریعۂ آمدنی ممبروں کا ماہوار چندہ تھا۔ دسمبر ۱۸۸۵ء میں ان کی تعداد ۲۱۴ تھی اور بیالیس روپے ماہوار چندہ وصول ہوتا تھا۔ بعض ممبر مقررہ رقم یعنی چار آنے ماہوار سے بھی کم چندہ دیتے تھے۔ اس طرح ۱۸۸۵ء میں اس مدّ سے ۳۱۶ روپے آٹھ آنے کی رقم وصول ہوئی۔ بعض ممبران کی لاپروائی کی وجہ سے چندے کی پوری رقم بھی وصول نہیں ہوتی تھی۔ اس کی ایک اور اہم وجہ مستقل نقیب کی عدم موجودگی تھی۔ چوں کہ یہ ذریعۂ آمدن انجمن کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کافی نہ تھا، اس لیے دسمبر ۱۸۸۴ء میں ایک جلسے میں ممبران سے یک مشت رقوم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چناں چہ کئی افراد نے مختلف رقموں کا اعلان کیا۔ ۱۸۸۵ء میں اس سے ۱۴۲ روپے وصول ہوئے۔ مئی ۱۸۸۵ء میں تعلیم نسواں کے سلسلے میں بادشاہی مسجد میں جلسہ ہوا اس میں تقریباً ایک سو روپے کی رقم حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ واعظ انجمن مولوی عبدالمجید دہلوی نے یہ تجویز پیش کی کہ تمام مسلمان اپنے گھروں میں آٹا گوندھتے وقت مٹھی بھر آٹا ایک علیحدہ برتن میں ڈال دیا کریں جسے انجمن کے کارکن روزانہ یا ہفتہ وار اکٹھا کر کے بیچ کر اس کی رقم اس کے فنڈ میں جمع کروا دیا کریں۔ چناں چہ اس پر فوری طور پر عمل شروع ہو گیا۔ ۱۸۸۵ء میں اس سے زیادہ آمدنی نہ ہوئی اور صرف دو علاقوں یعنی بکّی اور موچی دروازے میں اس پر عمل ہو سکا، اگلے برس اس سے تقریباً پچاس روپے کی رقم حاصل ہوئی۔ انجمن کے ایک نہایت مخلص اور سرگرم رکن منشی نجم الدین نے اس مقصد کے لیے روزانہ آدھا دن وقف کر رکھا تھا۔ چند دیگر ممبران بھی روزانہ یا ہفتہ وار خود بوریاں اٹھا کر آٹا جمع کرتے تھے، بعض افراد نے اپنی تنخواہ کا ایک حصہ بھی امداد کے طور پر دینے کا اعلان کیا۔ علاوہ ازیں چند ممبروں نے عید الاضحیٰ کے موقعے پر قربانی کے جانوروں کی کھالیں یا اس کی قیمت بھی دی۔ مارچ ۱۸۸۴ء سے دسمبر ۱۸۸۵ء تک مختلف مدّوں سے حاصل شدہ رقوم مندرجہ ذیل تھیں:

	روپے	آنے	پائی
چندہ ماہوار وصول شدہ	۳۱۶	۸	۰
چندہ یک مشت سابقہ وصول شدہ	۱۴۲	۶	۰
چندہ تعلیم نسواں وصول شدہ	۲۶۰	۵	۶
زکوٰۃ و آمدنی کھال	۳۳	۱۲	۰

انجمن کے اخراجات میں مدارس اور مکانِ وعظ کے کرایہ جات، مدارس زنانہ کی معلمات،

واعظ و نقیب کی تنخواہیں، کاغذات و رسالہ کی اشاعت اور خط و کتابت کے مصارف شامل تھے۔ ۱۸۸۶ء میں اخراجات و آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ گذشتہ برس کی بچت کو ملا کر کل ۳۱۹۸ روپے کی آمدنی ہوئی اور ۱۵۰۵ روپے صرف ہوئے[1]۔ ۱۸۸۷ء میں آمد و خرچ کا گوشوارہ مندرجہ ذیل تھا:

آمد		اخراجات	
چندہ ماہوار	۱۰۴۲—۵—۰	مدارس زنانہ	۵۶۹—۶—۰
یک مشت چندہ	۱۵۲۶—۸—۶	مدرسۃ المسلمین	۱۰۹۰—۱۳—۶
زکوٰۃ	۳۳۶—۶—۹	واعظین، نقیب و محرر	۵۷۳—۰—۰
آٹا	۴۴—۱۳—۹	یتامیٰ	۱۶۸—۸—۰
فروخت تالیفات	۲۴۴—۴—۰	متفرق (کتب، رسالہ کی چھپوائی، قیمت کاغذ، محصول ڈاک وغیرہ)	۱۲۴۴—۱۴—۹ [2]
فروخت دستکاری زنانہ مدارس	۱۰—۷—۳		
فیس مدرسہ	۳۲۵—۶—۳		

۱۸۸۸ء اور ۱۸۸۹ء میں آمدن ۱۰۹۵۳ روپے اور ۱۰ر۸۶۸ روپے — خرچ ۱۴۳۶۴ روپے اور ۹۳۶۱ روپے ہوا[3]۔ ۱۸۹۰ء میں ۱۱ر۸۳۳ روپے آمدنی ہوئی اخراجات نکال کر صرف ۵۹ روپے کی بچت ہوئی۔ گذشتہ برس کی جمع شدہ رقم کو ملا کر آخر سال میں انجمن کے پاس ۱۰ر۰۸۲ روپے جمع تھے۔ یہ رقم سٹاک میں موجود کتابوں اور کاغذ کی قیمت کے علاوہ تھی۔ ماہوار چندہ، عطیات، کتب خانہ، آٹا اور نومسلم فنڈ میں گذشتہ برس کی نسبت کمی ہوئی۔ عام اغراض کی کل مدوں نے آمدنی خرچ کی نسبت زیادہ رہی، مدّ یتامیٰ میں خرچ زیادہ ہوا، تعمیرِ مدرسہ کے لیے صرف پانچ روپے جمع ہوئے[4]۔ ۱۸۹۱ء میں ۱۵ر۹۲۷ روپے کی آمد اور ۱۴ر۲۴۶ روپے کا خرچ ہوا۔ دسمبر میں کتب فروختنی اور خریداروں سے واجب الوصول رقوم

---

[1] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۸۶ء ص ۴۸

[2] " " " ۱۸۸۷ء ص ۱۸—۲۱

[3] " " " ۱۸۸۸ء و ۱۸۸۹ء ص ۱۹—۲۰

[4] " " " ۱۸۹۰ء ص ۱۷—۱۸

ملا کر ۱۷ر۶۷۸ روپے کا سرمایہ موجود تھا۔ چندہ ماہوار، فیس مدرسہ، فروخت کتب و دستکاری، عطیات، زکوٰۃ، صدقات اور قربانی کی کھالوں میں گذشتہ برس کی نسبت زیادہ آمدنی ہوئی البتہ نومسلم فنڈ میں کمی اور تعمیرِ مدرسہ میں کوئی رقم وصول نہ ہوئی۔ ۱۸۹۲ء میں انجمن نے ۱۳ر۱۲۰ روپے کی لاگت سے ایک مکان خریدا[۱]۔ اس سے قبل ۱۸۸۷ء میں فیروز پور کے ایک مسلمان نے انجمن کے نام ایک مکان وقف کر دیا تھا۔ مختلف اوقات میں ایسے مسلم رؤسا و والیانِ ریاست سے بھی امداد و عطیات وصول ہوتے رہے۔ ۱۸۸۶ء میں عیسائی مبلغ نیوٹن کے خلاف ایک مقدمے میں کامیابی سے اس کی شہرت میں خاصا اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں دوسرے شہروں کے کئی مسلم عمائدین نے اعزازی وکیل بننے کی پیشکش کی۔ ان کی معرفت بھی معقول رقمیں حاصل ہوتی رہیں۔ ۱۸۹۱ء میں مولوی محمد بشیر الدین مددگار معتمد افواج حیدر آباد دکن نے انجمنِ حیدر آباد کو اپنے سابقہ سرمایہ اور آئندہ ماہوار آمدنی کا خمس انجمن کو دینے پر رضامند کر لیا چنانچہ اس سلسلے میں پانچ سو روپے کی رقم وصول ہوئی[۲]۔ ۱۸۸۷ء میں شیخ مہر علی رئیسِ ہوشیار پور نے ایک مقدمے میں کامیابی پر گیارہ سو روپے جو انھوں نے بطور منت انجمن کو دینے کا وعدہ کیا تھا، ارسال کیے۔ اس سال شیخ میراں بخش پرائیویٹ سیکرٹری مہاراجہ جموں و کشمیر نے سات سو روپے کی رقم عنایت کی۔ ۱۸۹۳ء میں نواب شاہ جہان بیگم والیٔ ریاست بھوپال نے دو ہزار روپے کی رقم دی جو برصغیر کی اسلامی ریاستوں کی طرف سے پہلی امدادی رقم تھی۔ ۱۸۹۴ء میں انجمن نے مولوی اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج کی قیادت میں نواب بہاولپور کی خدمت میں ایک وفد بھیجا جس کے نتیجے میں چھ سو روپے سالانہ وظیفہ حاصل ہوا۔ بعد میں اس کی رقم میں اضافہ کر دیا گیا۔ نواب بہاولپور نے اسلامیہ کالج کی تعمیر کے لیے بھی گراں قدر عطیات دیے۔ ۱۸۹۶ء میں افغانستان کے شہزادہ نصر اللہ خان نے لاہور میں اپنی آمد پر پانچ ہزار روپے کا عطیہ دیا[۳]۔ ۱۹۰۲ء میں امیر حبیب اللہ خان نے انجمن کے وکیل صوفی غلام محی الدین کو کابل میں بلا کر چھ ہزار روپے سالانہ وظیفے کا اعلان کیا جو ان کی شہادت تک ہر سال باقاعدگی

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۲ء ص ۱۴

[۲] ″ ″ ۱۸۹۱ء ص ۴

[۳] ″ ″ ″ چودھویں صدی ۱۵ر مئی ۱۸۹۵ء

سے وصول ہوتا رہا۔ ۱۸۹۶ء میں ایک وفد نواب محمد حامد علی خان والئ ریاست رام پور کی خدمت میں ان کے با اختیار ہونے پر مبارک باد دینے کے لیے بھیجا گیا، جس کے نتیجے میں تین سو روپے سالانہ کی امداد حاصل ہوئی[1]۔ انجمن کی آمدنی میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۸۹۴ء میں اُسے کُل ۱۹،۸۲۷ روپے حاصل ہوئے جو ۱۹۰۵ء میں ۱،۱۰،۵۴۵ روپے اور ۱۹۰۶ء میں ۱،۰۵،۷۸۸ روپے تک پہنچ گئے[2]۔ اس دوران اسے حاصل ہونے والی آمدنی وخرچ کا گوشوارہ مندرجہ ذیل ہے:

	۱۹۰۵ء پائی	۱۹۰۵ء آنے	۱۹۰۵ء روپے	۱۹۰۶ء پائی	۱۹۰۶ء آنے	۱۹۰۶ء روپے
آمدن	۱۱	۱۳	۱،۱۰،۵۴۵	۷	۱۲	۱،۰۵،۷۸۸
خرچ	۵	۶	۱،۱۶،۷۵۰	۱۰	۱۵	۹۱،۳۲۵
انجمن کے پاس نقد سرمایہ	۴	۱۲	۳۲،۲۱۱	۱	۹	۴۶،۶۷۴
ذخیرہ کتب	۳	۱۲	۲۰،۱۴۲	۳	۶	۲۲،۹۴۳
جائداد غیر منقولہ	۰	۱۵	۱،۰۸،۹۴۳	۰	۴	۱،۳۶،۹۲۴ [2]

وکلا و سفرا

انجمن نے اپنے مقاصد واغراض کی تشہیر اور چندہ اکٹھا کرنے کے لیے وکیل اور سفیر بھی مقرر کیے۔ سب سے پہلے وکیل صوفی شیخ غلام محی الدین تھے جنھوں نے کئی برس تک نہایت محنت و دل سوزی سے انجمن کی خدمت کی۔ ۱۸۸۶ء میں انھوں نے شملہ، جالندھر اور کپور تھلہ وغیرہ کا دورہ کیا جس کے دوران متعدد افراد نے ان کی تقاریر سے متاثر ہو کر انجمن کے لیے چندے دیے۔ اگلے برس بھی انھوں نے کئی شہروں کے گلی کوچوں اور مسجدوں میں وعظ کیے۔ ۱۸۸۸ء کے شروع میں وہ کچھ عرصے کے لیے راولپنڈی رہے اور ۱۰۹۱ روپے کی امداد حاصل کی۔ اپریل میں وہ میرٹھ میں مدرسہ اسلامیہ کے طلبا کی دستار بندی کے لیے تشریف لے گئے، جہاں چند اصحاب نے ۱۵ روپے جمع کر کے دیے اور آیندہ بھی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد وہ چند مرتبہ گوجرانوالہ گئے۔ سیالکوٹ سے شیخ میراں بخش سابق پرائیویٹ سیکرٹری مہاراجہ جموں و

---

[1] مختصر تواریخ انجمن حمایت اسلام لاہور، ص ۶

[2] سالانہ رپورٹیں بابت ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء ص (بالترتیب) ۹-۱۰، ۱۲

سے سات سو روپے حاصل کیے۔ آخر سال میں انھوں نے ضلع جھنگ کا دورہ کیا اور تقریباً چار سو روپے کی رقم لے کر آئے۔ اُسی برس مولوی حسن علی ایڈیٹر رسالہ "نورِ اسلام" نے انجمن کا وکیل بننا قبول کر لیا۔ چنانچہ انھوں نے بھی کئی شہروں کا دورہ کیا مثلاً ملتان، گوجرانوالہ، وزیرآباد، سیال کوٹ، امرتسر، بٹالہ اور قادیان وغیرہ، اور وہاں سے روپے اکٹھے کر کے لائے۔ یہ رقم ان زیورات وعطیات کے علاوہ تھی جو انھیں سیال کوٹ، غازی پور اور الہ آباد سے حاصل ہوئے۔ شیخ غلام محی الدین ۱۸۸۹ء میں بھی اپنے فرائض نہایت تندہی سے انجام دیتے رہے۔ اسی برس مولوی بشیر الدین احمد خان (حیدرآباد دکن) اور ابوالحامد منشی حسن علی (سری نگر) وکیل بنے۔ دونوں نے انجمن کی امداد کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ ۱۸۹۱ء میں مولوی بشیر الدین احمد نے انجمن حیدرآباد کی طرف سے پانچ سو روپے نقد اور آئندہ ہر ماہ اس کی آمدنی کا پانچواں حصہ بھیجنے کا وعدہ کیا۔[۱] جنوری ۱۸۹۲ء میں شیخ غلام محی الدین نے گورداسپور میں ایک بارونق جلسہ سے خطاب کیا جس کے نتیجہ میں شرکائے جلسہ نے چار سو روپے نقد اور کالج فنڈ میں تقریباً تین ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا۔ فروری میں انھوں نے میرٹھ اور دہلی کا دورہ کیا اور معاونینِ انجمن کی کوشش سے معقول رقم لے کر آئے۔ مئی اور جون میں انھوں نے مجمع الفقرا کے ہمراہ لاہور کے محلوں سے چندہ جمع کیا۔ جولائی میں انھوں نے حافظ عماد الدین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس حلقہ انبالہ کی معیت میں مظفر گڈھ اور ملتان کا کامیاب دورہ کیا۔ اُسی مہینے وہ گوجرانوالہ اور وزیرآباد سے بھی معقول رقم لے کر آئے۔ اکتوبر میں وہ میر حسن رضا اعزازی وکیل کی تحریک پر دوبارہ دہلی تشریف لے گئے اور چند مقامی عمائدین سے مل کر گھر گھر کا چکر لگایا جس سے تقریباً ایک ہزار روپیہ جمع ہوا۔ صرف ایک محلہ فراش خانے سے چار سو روپے وصول ہوئے۔ مولوی بشیر الدین احمد خان انجمن حیدرآباد کا چندہ باقاعدگی سے بھیجتے رہے۔[۲] ۱۸۹۳ء میں انھوں نے ایک انگریزی رسالہ معجزاتِ محمدیہ کی ۶۲۰ جلدیں انجمن کو دیں تاکہ انھیں فروخت کر کے ان کی قیمت اپنے سرمایہ میں جمع کر سکے۔ شیخ غلام محی الدین چھ ماہ سفر میں رہے اور حکیم میر حسن رضا خان دہلی میں مصروفِ عمل رہے۔ دہلی کے میڈیکل کالج کے چند سرگرم طلبا نے "گدایانِ قوم" کے نام سے

---

[۱] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۱ء ص ۴

[۲] " " " ۱۸۹۲ء ص ۳—۵

ایک جماعت تشکیل دی اور ہر انوار کو شہر و مضافات میں گداگری کر کے قابلِ قدر امداد فراہم کی۔ بعض دیگر شہروں میں بھی ارکانِ انجمن اور ہمدردانِ قوم نے فراہمی چندہ کے لیے ایسی کوششیں کیں۔[1] ۱۸۹۴ء میں شیخ غلام محی الدین نے جے پور، گوجرانوالہ، لدھیانہ، پٹیالہ، مالیر کوٹلہ، کرنال، فیروز پور، کوئٹہ اور راولپنڈی کا دورہ کیا۔ ان کے دلکش بیانوں اور مؤثر وعظوں کا خاطر خواہ اثر ہوا، جس کے نتیجے میں ہر جگہ سے معقول رقمیں حاصل ہوئیں۔ ۱۸۹۵ء میں سہارن پور کے منشی محمد اسماعیل نے بھی اعزازی وکیل بننا قبول کر لیا۔ دیگر وکلا بھی اپنے فرائض سرگرمی سے سرانجام دیتے رہے۔ ۱۸۹۷ء میں شیخ عبدالسلام محرر انجمن کو سفیر بنا کر متعدد مقامات پر بھیجا گیا۔ ۱۸۹۸ء میں ایک نیا سفیر اور دو اعزازی وکیل یعنی حافظ محمد حیات پنجابی سوداگر (مقیم آسٹریلیا) اور منشی برکت علی نقشہ نویس رُوپڑ مقرر کیے گئے۔[2] ۱۸۹۶ء میں معمول کی کارروائیوں کے علاوہ ریاست رام پور اور ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی دو وفد بھیجے گئے جو اپنے مقاصد میں کامیاب رہے۔ نواب رام پور نے تین سو روپے سالانہ وظیفہ کے علاوہ پانچ سو روپے نقد دیئے، ڈیرہ اسماعیل خان سے بھی ایک معقول رقم حاصل ہوئی۔[3] ۱۹۰۰ء میں شیخ محمد یوسف علی کو سفیر مقرر کیا گیا۔ مدرسۃ المسلمین اور اسلامیہ کالج کے طلبا و اساتذہ بھی وقتاً فوقتاً بالخصوص چھٹیوں کے دوران فراہمی چندہ میں مدد کرتے رہے۔ ۱۹۰۱ء میں دو نئے سفیر مقرر ہوئے، ان میں سے غلام محمد بٹالوی نے خاصی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے علاوہ چند دیگر اصحاب نے بھی مختلف مقامات کے دورے کر کے چندے اکٹھے کیے۔ ۱۹۰۲ء میں غلام محمد کو بمبئی بھیج دیا گیا۔[4] ۱۹۰۳ء میں ان سفرا و وکلا کی معرفت ۷۰۱۴ روپے حاصل ہوئے، سب سے زیادہ رقم (یعنی ۲۱۶۷ روپے) حاجی غلام محمد نے اکٹھی کی۔ اعزازی وکیل منشی فرزند علی نے راولپنڈی سے ۷۶۵ روپے بھیجے۔[5] ۱۹۰۴ء میں ان ذرائع سے حاصل ہونے والی رقم کی مالیت ۱۰،۰۹۸ روپے ہو گئی۔ اس میں سے ۳،۲۴۵ روپے بمبئی

---

[1] سالانہ رپورٹ بابت ۱۸۹۳ء ص ۴-۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۸۹۸ء ص ۶-۸

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۸۹۶ء ص ۱۵-۱۶، مختصر تواریخ انجمن حمایت اسلام لاہور، ص ۶

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۹۰۲ء ص ۵

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۹۰۳ ص ۳

سے وصول ہوئے، شیخ یوسف علی دوسرے ممبر رہے اور منشی فرزند علی نے ۱۷۷ روپے ارسال کیے[1]۔ ۱۹۰۶ء میں مولوی محمد ابراہیم کو حاجی غلام محمد کی جگہ متعین کیا گیا۔ اُس سال دو نئے اعزازی وکیل مقرر ہوئے، ان ذرائع ۵۷۴ ,۲۰ روپے کی آمدن ہوئی[2]۔

سالانہ اجلاس

انجمن ہر سال اپنا سالانہ اجلاس باقاعدگی سے منعقد کرتی تھی۔ اپنی کارگذاری بیان کرنے کے علاوہ ان سے مسلمانوں کی قومی جدوجہد میں بھی بڑی مدد ملی۔ ان میں پنجاب اور دیگر صوبوں کی ممتاز شخصیتوں نے حصہ لیا اور اپنی تقریروں، بیانوں، نظموں اور پُراثر وعظوں سے مسلم قوم کے دلوں میں بے پناہ جوش پیدا کر دیا۔ یہ اجلاس انجمن کی ترقی و استحکام کا باعث بھی بنے اور ان کے دوران معقول رقوم و عطیات حاصل ہوتے رہے۔ یہ اجلاس عام طور پر فروری اور مارچ میں منعقد ہوتے تھے۔ ابتدائی سالوں کے جلسوں کی روداد چونکہ دستیاب نہیں ہو سکی، لہٰذا ان کا حال شامل مضمون نہیں ہے۔ انجمن کا آٹھواں سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶ فروری ۱۸۹۳ء کو انجمن کے نئے مکان میں منعقد ہوا۔ اس میں لاہور اور بیرون لاہور سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس کی اہم خصوصیت مرزا ارشد گورگانی کی نظم، مولوی نذیر احمد اور مولوی حسن علی کی تقریریں اور مولوی حکیم نور الدین کا وعظ تھا۔ حکیم نور الدین کے وعظ سے حاضرین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ متعدد لوگوں نے دل کھول کر چندے دیے۔ نقد اور موعودہ رقم کی مالیت تقریباً بارہ ہزار روپے تھی[3]۔ دسواں اجلاس مارچ ۱۸۹۵ء میں ہوا، اس میں علی گڑھ سے قائدین کی ایک بڑی تعداد نے حصہ لیا۔ ان میں سرسید احمد خان، حاجی محمد اسماعیل، حافظ نذیر احمد، مولانا شبلی اور نواب محسن الملک شامل تھے۔ متعدد تقریروں اور نظموں کے علاوہ مولوی ابو محمد ابراہیم نے نہایت پُراثر وعظ فرمایا[4]۔ اگلا سالانہ جلسہ ۲۴ تا ۲۶ جنوری ۱۸۹۶ء کو ہوا۔ اس میں بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔

---

[1] سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۴ء ص ۴
[2] " " " ۱۹۰۶ء ص ۳
[3] پیسہ اخبار ۶ مارچ ۱۸۹۳ء
[4] " " ۲۶ جنوری ۱۸۹۵ء

حافظ نذیر احمد نے اس مرتبہ بھی اپنی سحر انگیز تقریر سے لوگوں کے دلوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا۔ اجلاس کے دوران دو ہزار روپیہ نقد جمع ہوا، اور چار ہزار روپے کے وعدے کیے گئے۔[۱] بارھواں اجلاس ۲۹ جنوری تا یکم فروری ۱۸۹۷ء کو منعقد ہوا۔ نواب فتح علی خاں قزلباش مصروفیت کی وجہ سے صدارت نہ کر سکے اس لیے دیگر معززین نے مختلف اجلاسوں کی صدارت کی۔ اجلاس کی اہم خصوصیت مولوی فضل الدین وکیل چیف کورٹ کا وہ مضمون تھا جس میں انھوں نے انجمن کے مالی استحکام اور اسلامیہ کالج کی تکمیل کے لیے پنجاب کے ہر مسلمان کو کم از کم چار آنے چندہ دینے کی اپیل کی۔ اس کے دوران تقریباً چھ ہزار روپیہ جمع ہوا۔[۲] سولھواں جلسہ فروری ۱۹۰۱ء میں منعقد ہوا۔ اس میں بھی رؤسا اور علما و عمائدین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ان میں صاحبزادہ سید ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ، حکیم محمد الدین بیرسٹر پٹیاور، چوہدری سلطان محمد خان بیرسٹر جہلم، شمس العلما مولانا حافظ نذیر احمد، مولانا عبد الحیٔ نائب ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ، مولوی غلام محمد فاضل ہوشیارپوری، شیخ عبد القادر ایڈیٹر پنجاب آبزرور، مولوی عبد الجبار، مولوی شمس الاسلام، مولانا ابو الوفا ثنا اللہ اور حاجی محمد یونس خان رئیس دتاولی کی تقریریں نہایت اہم تھیں۔ نظم پڑھنے والوں میں منشی احمد حسین مترجم ڈویژنل کورٹ، شہزادہ مرزا محمد عبد الغنی ارشد گورگانی، چوہدری خوشی محمد ناظر، شیخ غلام قادر اور مولوی سلامت علی خان شامل تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی اپنی نظم سنائی۔ ان کے علاوہ مدرسۃ المسلمین اور اسلامیہ کالج کے کئی طلبا نے بھی نظمیں پڑھیں۔ مہمانوں کے استقبال و قیام وغیرہ کا انتظام نہایت اچھا تھا۔ فراہمی چندہ کے اعتبار سے بھی یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ تقریباً سات ہزار روپیہ نقد کے علاوہ کثیر رقوم کے وعدے بھی کیے گئے۔[۳] سترھواں جلسہ ۲۱ تا ۲۳ فروری ۱۹۰۲ء کو منعقد ہوا۔ طاعون اور دیگر رکاوٹوں کے باوجود لوگوں کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔ مقتدر شرکا میں مولوی حبیب الرحمٰن رئیس بھیکم پور، حافظ نذیر احمد، قاری

---

[۱] چودھویں صدی ۸ فروری ۱۸۹۶ء

[۲] رہبر ہند ۴ فروری ۱۸۹۷ء

[۳] وکیل ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء

شاہ سلیمان، ڈاکٹر محمد اقبال، چوہدری سلطان محمد خان، میاں فضل حسین، شیخ عبدالقادر، مرزا محمد عبدالغنی ارشد اور میر غلام بھیک نیرنگ شامل تھے۔ اس جلسے میں پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر نے پہلی مرتبہ شرکت کی۔ اس سال چندے کی رقم میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ تقریباً دس روپیہ نقد جمع ہوا جس میں سے ایک ہزار روپیہ طلبا کے ذریعے اور ایک ہزار روپے قاری شاہ سلیمان کی مجلس وعظ میں اکٹھا ہوا۔ متعدد مقررین نے قوم بالخصوص رؤسا کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کی تلقین کی۔ علامہ محمد اقبال نے بھی شرکت فرمائی۔[۱] اٹھارواں اجلاس ۲۸ فروری تا یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو منعقد ہوا۔ اس سال بھی دور دراز سے لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اہم شرکا میں متعدد مسلم و غیر مسلم عمائدین مثلاً مہاراجہ جہاں داد خان، خان بہادر غلام احمد خان، میاں محمد شفیع، جسٹس پرتول چندر چیٹرجی، ڈاکٹر یوننگ اور پروفیسر آرنلڈ بھی شامل تھے۔

مولانا الطاف حسین حالی اور مولوی وحید الدین، مولوی محی الدین چند وجوہ کی بنا پر شرکت نہ کر سکے۔ حافظ نذیر احمد اور قاری شاہ سلیمان نے حسب سابق نہایت پُراثر لیکچر دیے۔ یہ جلسہ فراہمی چندہ کے اعتبار سے بھی بہت کامیاب رہا۔ سوا تیرہ ہزار روپیہ نقد وصول ہوا۔ بیرونِ جات سے ۳۴۰۰ روپے کے منی آرڈر ملے، تین ہزار روپے کے وعدے کیے گئے۔[۲] اگلا سالانہ جلسہ یکم تا ۳ اپریل ۱۹۰۴ء کو منعقد ہوا، اس میں مولانا الطاف حسین حالی نے پہلی مرتبہ شرکت فرمائی۔ اسی نسبت سے ان کے نام سے حالی سکالرشپ کے اجرا کا بھی اعلان کیا گیا۔ حافظ نذیر احمد کا لیکچر حسب معمول نہایت پُراثر تھا۔ علامہ محمد اقبال نے بھی اس موقع پر اپنی نظم سنائی۔ متعدد دیگر عمائدین نے مختلف قومی و علمی موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ میاں محمد شفیع کی پُرزور تحریک پر اسلامیہ کالج کے لیے ایک مستقل فنڈ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔[۳] اس کے نتیجے میں ممبران اور عہدیدارانِ انجمن کے علاوہ کئی شہروں کے مسلم ملازمین اور دیگر افراد نے بھی ایک ماہ کی تنخواہ کالج فنڈ میں دینے کا اعلان کیا۔[۴]

---

[۱] وطن ۱۴، ۱۸ فروری ۱۹۰۲ء

[۲] وطن ۶ مارچ ۱۹۰۳ء

[۳] وطن ۲۲ اپریل ۱۹۰۴ء

[۴] ؍؍ ۱۲ اگست، ۹ و ۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ء

انجمن حمایت اسلام لاہور نے پنجاب کے مسلمانوں کی تعلیمی و دینی خدمت و ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ چند افراد کی کوشش سے قائم کردہ یہ انجمن تھوڑے ہی عرصے میں ایک شان دار علمی، تدریسی اور رفاہی ادارے کی شکل اختیار کر گئی۔ مالی وسائل کی کمی اور متعدد دیگر مشکلات کے باوجود اس کے ارکان نے نہایت محنت، اعلیٰ حوصلگی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ ابتدائی سالوں میں انھیں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے جلسۂ عام کے اشتہار اس کے ارکان نے خود اپنے ہاتھوں سے شہر میں چسپاں کیے۔ کئی عہدیدار بوریاں کندھوں پر اٹھا کر خود آٹا جمع کرتے رہے۔ بعض حضرات نے تو اس کی خدمت و ترقی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ انجمن نے مسلمان بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت اہم خدمت سرانجام دی اور اس کے لیے قومی و ملی روایات کے مطابق صحیح راہیں متعین کیں۔ اس سلسلے میں اس کی درسی کتابیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ انجمن کا یتیم خانہ صوبے میں اپنی قسم کا سب سے بڑا ادارہ تھا۔ پنجاب کے علاوہ دیگر صوبوں بلکہ بیرون ملک سے بھی مسلم یتیم بچے اور بچیاں اس میں داخل ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں سینکڑوں نادار و مسکین طلبا و طالبات کی مالی امداد بھی کی جاتی تھی۔ دینی اعتبار سے بھی انجمن نے اہم خدمات سرانجام دیں۔ الغرض اس نے مسلمانوں کی تعلیمی، علمی اور دینی ترقی میں نہایت قابل قدر کردار ادا کیا۔